كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

(کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔ قرآن)

# رزقِ حلال

سلسلۂ تبلیغ

نمبر ۲

مؤلفہ

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر :- الحاج شیخ امیر بخش ٹرسٹی حاجی گلاب الدین ٹرسٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# نظر اولین

فی زمانہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو دین اسلام کی اصولی و بنیادی باتوں سے روشناس کرایا جائے تاکہ ہم سب اسلام کے راستہ پر چل کر دین و دنیا کی بھلائی حاصل کر سکیں۔ یہ تبلیغی کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ اسے خود پڑھیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو سنائیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز اس قسم کے تبلیغی کتابچے ہر ماہ شائع کیا کریں گے۔ اس کے متعلق اپنی رائے سے بھی مطلع فرمائیں۔ دینی مسائل کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے انجمن حزب الاحناف لاہور بیرون بھاٹی دروازہ سے بذریعہ جوابی خط اور بذریعہ ٹیلیفون نمبر 60459 رجوع کیجئے۔

خیر اندیش: امیر بخش

بیرونجات کے احباب ۱۰ پیسہ کا ٹکٹ بھیج کر انجمن حزب الاحناف لاہور بیرون بھاٹی دروازہ سے مفت طلب کریں

# رزقِ حلال

رزق کے متعلق سب سے پہلے اسلام نے اپنے پیرووں کو خوب اچھی طرح یقین دلایا ہے کہ دنیا اور اس کی تمام اشیا کا مالک ایک اللہ ہے ۔ یہ مال و دولت حقیقت میں میرا تیرا کسی کا نہیں صرف خدا کا ہے —— رزق کی کشایش اور تنگی دونوں کام خدا کے ہیں اور حکمت سے ہیں دولت مند انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھ ہی میں کوئی ایسی بات ہے یا مجھے ایسا ہنر یا طریقہ معلوم ہے جس سے یہ ساری دولت میرے چاروں طرف سمٹی چلی آرہی ہے لیکن مذہبی تعلیم کے علاوہ دُنیا کے واقعات پر گہری نظر اس یقین کو مٹانے کے لیے کافی ہے ۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۔ (ہود-۱)

اور زمین میں کوئی چلنے والا نہیں ، مگر یہ کہ اس کی روزی خدا کے ذمہ ہے ۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(شوریٰ)

اسی کے ہاتھ میں ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق پھیلا دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے ناپ دیتا ہے ۔ وہ وہ ہر ایک چیز کی خبر رکھتا ہے ۔

لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

زمین اور آسمان کے خزانے اسی کے ہیں ۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

خدا ہی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے ۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

آسمان و زمین کی ملکیت یا بادشاہی اسی ایک اللہ کی ہے ۔

قرآن مجید نے ان یقینیات کو بار بار بیان کر کے مسلمانوں کے ریشہ ریشہ میں اسی لیے رچایا ہے تاکہ ان میں فیاضی ، مال سے ایثار ، شکر ، قناعت پسندی اور بے طمعی کے جوہر پیدا ہو جائیں ۔

## حصولِ رزق کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے

روزی کمانا دراصل انسانی زندگی کی ضروریات سے ہے اور شرعاً و عقلاً ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ضروریات کی تکمیل اور اصلاح کے لیے حصولِ رزق کی کوشش کرے خواہ وہ تجارت و زراعت کی شکل میں ہو یا ملازمت و نوکری کی صورت میں۔ کتاب مجید میں فرمایا:۔

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا — زمین کی تمام چیزیں اللہ نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں

## رزقِ حلال خدا کا فضل ہے

اور سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (مائدہ -۱) — اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے۔

فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (جمعہ) — زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

قرآن پاک کے محاورہ میں "خدا کا فضل تلاش کرنے" سے مقصود تجارت اور روزی کا کمانا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حصولِ رزق کی تلاش کرنا رازقِ کائنات کا فضل ہے اور یہ زمین اس کے لیے بطور میدان کے ہے اور اس میدان کی تمام اشیاء انسان کے نفع کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ایسے قواعد و ضوابط مقرر کر دیے جائیں جن کے ماتحت فضلِ الٰہی کی تلاش کی جائے کیونکہ رزق اور اس کے حصول کے لیے اگر کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہ ہو اور اسے بے قید چھوڑ دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس طرح عدل اور ظلم، امانت اور خیانت، پاک اور ناپاک، جائز اور ناجائز کی تمیز اٹھ جائے گی اور یہ بات نظامِ انسانی کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی۔

چنانچہ اسلام سے قبل دنیا کی کچھ ایسی ہی حالت تھی۔ جس کے جی میں جو آتا اور جیسے آتا کماتا تھا۔ حتیٰ کہ ظلم و جور سے کمائی ہوئی دولت پر فخر کیا جاتا تھا۔ اسلام آیا تو اس نے حصولِ رزق کے حدود مقرر کئے۔ جائز و ناجائز کی تفریق پیدا کی۔ حلال و حرام کا ضابطہ مقرر کیا۔ پاک روزی ڈھونڈنے اور اسی سے ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ (بقرہ ع ۲۱)

اس آیت میں "اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ" کے جملہ سے رزقِ حلال کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ گویا یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اپنے رب کے ساتھ بندگی اور نیازمندی کا تعلق ہے اور اس تعلق کا اہم تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندے رزقِ حلال کی کوشش کریں اور ذرائع آمدنی کی صحت و پاکی کا خیال رکھیں کیونکہ رزق کے سلسلہ میں پاکی و صحت سے صرفِ نظر کر لینا اصولِ بندگی کے بھی خلاف ہے۔

## رزقِ حلال کی اہمیت کا ایک اہم پہلو

آج کل کے بہت سے اچھے خاصے دیندار حلقوں میں بھی معاملات یعنی خرید و فروخت، امانت، قرض، نوکری اور مزدوری کی اصلاح کا اتنا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت لوگ جن کی حالت نماز روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے، کاروبار ان کے بھی پاک نہیں ہیں۔ حالانکہ کاروبار کی پاکی اور معاملات کی صحت کے شعبہ کی اہمیت کا یہ عالم ہے اس کا تعلق بیک وقت اللہ کے حق سے بھی ہے اور بندوں کے حقوق سے بھی۔ نماز روزہ وغیرہ عبادات اگرچہ ارکانِ دین ہیں اور اس حیثیت سے ایمان کے بعد انہیں کا درجہ ہے۔ مگر

کوئی شخص ان میں کوتاہی کرتا ہے تو صرف خدا کا مجرم ہوتا ہے۔ پھر اگر سچے دل سے توبہ و استغفار کی جائے تو بارگاہِ خداوندی سے اس جرم کی معافی ہی کی اُمید ہے۔ لیکن اگر لین دین میں خیانت واقع ہو جائے اور حصولِ رزق کے لیے ناجائز ذرائع کو اختیار کیا جائے تو اس طرح اللہ عزوجل کی نافرمانی بھی ہوگی اور کسی نہ کسی بندے کی حق تلفی بھی۔ اور یہ بات ڈبل جرم قرار پائے گی۔

رہا یہ خیال کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے کرم سے معافی کی اُمید ہی ہے۔ قیامت کے دن جس بندہ کی حق تلفی ہوئی ہے اس سے بھی معافی حاصل کر لی جائیگی، تو اگرچہ اس کا امکان ضرور ہے مگر کون کہہ سکتا ہے جو بندے ہم جیسے کم حوصلہ ہیں وہ قیامت کے دن ضرور ہی معاف کر دیں گے۔ پھر اگر وہ معاف نہ کریں تو؟

## عرصاتِ محشر میں حقدار مدعی بن کر انصاف کے طالب ہونگے

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب وہ لوگ عرصاتِ محشر میں مقامِ حساب پر پہنچیں گے جن کی دنیا میں حق تلفی کی گئی ہے جن کے حقوق مارے گئے ہیں تو وہ مدعی بن کر اللہ تعالیٰ سے انصاف کے طالب ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انصاف اور فیصلہ فرائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز روزہ صدقہ و خیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان مدعیوں کو دلوا دی جائیں گی اور جب ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے حقوق پورے نہ ہوں گے تو ان مدعیوں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لاد دیے جائیں گے اور بالآخر یہ لوگ جہنم میں ڈلوا دیے جائیں گے۔

غالباً اسی حیثیت سے ایک حدیث میں معاملات کی اصلاح کو صراحۃً نماز روزہ اور صدقہ و خیرات سے افضل بتایا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی و ابوداؤد میں حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَۃِ الْقِیَامِ وَالصَّدَقَۃِ ؟ | کیا تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز سے بھی افضل ہے۔ |

حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا:-

اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَۃُ (ترمذی)

وہ چیز آپس کے معاملات کی اصلاح اور ان معاملات کی خرابی مونڈ دینے والا اُسترا ہے۔

بال مونڈنے والا اُسترا نہیں بلکہ ثواب آخرت کا صفایا کر دینے والا اُسترا

## رزقِ حلال کی اہمیت کا ایک اور پہلو

معاملات کو دین کے دوسرے شعبوں کے مقابل یہ خاص امتیاز بھی حاصل ہے۔ اس میں اپنی ذاتی منفعت و مصلحت اور اپنی خواہشِ نفس کی اور اللہ عزّوجل کے احکام کی کش مکش پہ نسبت دوسرے تمام شعبوں سے زیادہ رہتی ہے۔ نفس کی خواہش عموماً یہ ہی ہوتی ہے کہ جھوٹ سچ اور جائز ناجائز کا لحاظ کیے بغیر جیسا موقع ہو اور جس طرح بھی نفع کی زیادہ اُمید ہو کر گزرا جائے۔

یہ اشیاء خوردنی میں ملاوٹ، دھوکہ فریب حتیٰ کہ بچوں کے استعمال کی معمولی دوائی گرائپ واٹر تک کی بوتلوں پر جعلی لیبل لگا کر فروخت کرنا یہ سب خواہشِ نفس ہی کے محرکات ہیں اور اللہ کا دین یہ کہتا ہے کہ نفع کم ہو یا زیادہ، تجارت میں فائدہ ہو یا نقصان، جھوٹ، فریب اور دھوکے کے ذریعہ حصولِ رزق حرام و ممنوع ہے۔ لہٰذا بندگی اور فرمانبرداری کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات و معاشرت کے احکام میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا:-

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (حشر ۱)

اور جو اپنے جی کی لالچ سے بچائے گئے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

سورہ شمس میں فرمایا:-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (شمس)

مراد پایا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو میلا اور گندہ کیا

مطلب یہ کہ یہ حرص و طمع کا جذبہ ہی ہے جو انسان کو بُرائی اختیار کرنے حتّٰی کہ ایک کو دوسرے کی جان لے لینے تک پر اُبھارتا ہے ——— ان آیات کی توضیح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"حرص و طمع سے بچو کہ اسی نے تم سے پہلوں کو برباد کیا۔ اسی نے ان کو آمادہ کیا کہ اُنہوں نے خُون بہایا اور حرام کو حلال سمجھا" (مسلم) ——— نسائی کی حدیث میں فرمایا:-

ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے"۔ (نسائی)

سبب ظاہر ہے کہ ایمانِ کامل کا نتیجہ صبر، توکل اور قناعت ہے اور حرص کا نتیجہ بے اطمینانی بے صبری اور ہوس ہے جو تمام بُرائیوں کا سرچشمہ ہے ——— ایک اور حدیث میں فرمایا:-

"انسان بُوڑھا ہوتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں، جینے کی خواہش اور مال کی حرص"۔ (ترمذی)

کعبؓ صحابہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا:-

بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں وہ ان کو اتنا برباد نہیں کرتے جتنی کہ مال و جاہ کی حرص انسان کے دین و ایمان کو برباد کر دیتی ہے"۔ (ترمذی)

غرضیکہ دینی و اُخروی فلاح و فوز انہیں کا حصہ ہے جو اپنی خواہشِ نفس پر قابو رکھتے ہیں اور نفس کی بُری سے بُری تحریک انہیں جادۂ حق سے منحرف نہیں کرتی ہے۔ لہٰذا جب تک انسان اپنی حرص و طمع کو روک کر حصولِ رزق کے جائز طریقے اختیار نہیں کرے گا وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، خواہ یہ کامیابی دین کی ہو یا دُنیا کی۔

## حصولِ رزق کا ایک اور مرکزی اصُول

اسلام نے حصولِ رزق سے متعلق عدل و انصاف پر مبنی جو اصول مقرر کیا ہے وہ ایک ایسی مرکزی حیثیت کا ہے کہ جس کو پیشِ نظر رکھ کر ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حصولِ رزق کے ذرائع میں سے کونسا ذریعہ حلال اور جائز ہے اور کونسا حرام اور ناجائز ہے۔ سورۂ نساء میں فرمایا:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (۵)

اے ایمان والو تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے مت کھاؤ۔ لیکن یہ کہ لین دین ہو آپس کی خوشی سے۔

یہ آیت لین دین کے متعلق ایک اصولی حیثیت رکھتی ہے اور اس نے لین دین کے ان طریقوں کو جو ایمانداری کے خلاف ہیں اور جن کی کوئی حد نہیں ہے ایک لفظ باطل سے بیان کر دیا۔ یعنی کسی کی چیز خواہ دھوکہ و فریب ظلم و جور سے لی جائے یا چوری اور غصب، رشوت اور خیانت اور جھوٹ کے ذریعہ حاصل کی جائے۔ غرضیکہ جس ناجائز طریقہ سے بھی دوسرے کا مال لیا جائے، اس آیت کے عموم و اطلاق کے اندر داخل ہے۔

پھر اس سلسلہ میں اسلام کی تکمیلی تعلیم کا یہ عالم ہے کہ اس نے ان نازک سے نازک ناجائز معاملوں اور وسیلوں کی بھی جنہیں عام طور پر باطل نہیں سمجھا جاتا یا انہیں بہت ہی کم درجہ کا جرم خیال کیا جاتا ہے نشان دہی کی ہے اور ان کی دینی و دنیوی برائیوں کی تشہیر کر کے ان کی اہمیت کو ظاہر کیا ہے اور اپنے پیروؤں کو ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

## معاملہ کی راستبازی آخرت کی کامیابی کا مستحق ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کیلئے اپنی مغفرت اور اجر عظیم کے وعدے کیے ہیں ان میں اسلام ایمان اور خدا کی فرمانبرداری کے بعد پہلا درجہ سچوں اور ہر قسم کے معاملات میں راست بازوں ہی کا ہے، سورۂ احزاب میں فرمایا ہے:۔

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔

اور سچے مرد اور سچی عورتیں خدا نے ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر رکھا ہے (احزاب د)

آخرت میں بھی یہ سچائی ہی کام آئیگی اور وہاں کی کامیابی کا ذریعہ بنے گی۔ قیامت کی نسبت فرمایا:۔

هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ۔ یہ دن ہے کہ سچے بندوں کو ان کا سچ کام آئیگا (مائدہ ۱۶)

اسی سچائی کے مطابق آخرت میں اللہ عزوجل ثواب عطا فرمائے گا۔

لِیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ۔ تاکہ اللہ سچے بندوں کو ان کی سچائی کا عوض عطا فرمائے

پھر یہ ہی نہیں کہ سچائی اختیار کرنیکا ہی حکم دیا گیا بلکہ اسکی اہمیت اسلام میں اتنی بڑھادی گئی کہ ہمیشہ سچوں کا ساتھ دینے سچوں ہی سے رابطہ و علاقہ رکھنے اور انہیں کی محبت و معیت میں رہنے کی تاکید کیگئی ہے۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ) اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

سچائی کا مفہوم عام طور سے صرف سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں، مگر اسلام کی نظر میں اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس لحاظ سے اس کے اندر کیلئے قول ہی نہیں بلکہ عمل کی بھی سچائی آجاتی ہے۔ یعنی زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی اور معاملات کی درستی و صحت کے لیے ان تینوں کا ہونا ضروری ہے۔ دل کی سچائی ہوگی تو خواہش نفس پر قابو حاصل ہوگا۔ زبان کی سچائی ہوگی تو منہ سے ایک حرف بھی صداقت کے خلاف نہیں نکلے گا اور عمل کی سچائی رشوت اور ناپ تول میں کمی بیشی وغیرہ بدعملیوں سے بچاتی ہے۔ پس اسلام کے نزدیک حلال رزق وہی ہے جس کی بنیاد صداقت اور دیانت پر ہو۔

## رزق حلال کی بنیاد صداقت و امانت پر ہے

یوں بھی صداقت و دیانت کو معاملات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایماندار رہے ـــــ سورۂ نساء میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا۔ بیشک اللہ عزوجل تم کو حکم دیتا ہے امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کردیا کرو۔

اگرچہ اس آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن معنی کے لحاظ سے امانت کے ہر جزء پر اس کا اطلاق یکساں

ہوگا۔ اسی لیے صاحب تفسیر کشاف و ابن جریر نے تصریح کی کہ اس کی وسعت میں وہ امانت الٰہی بھی داخل ہے جسے عدل و انصاف سے موسوم کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امانت کا دائرہ صرف روپے پیسے جائداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں بلکہ مالی، قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے۔ کسی کا بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔ کسی مجلس میں آپ ہوں اور وہاں آپ دوسروں کے متعلق کچھ باتیں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ و ہنگامہ اور ملک کے وقار کو نقصان پہنچانے کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کا ملازم ہے تو اس کو اس نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے انجام دینا یہ بھی امانت ہے۔ اگر کوئی کسی کا ۸ گھنٹہ کا ملازم ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ وقت چرا لیتا ہے یا بے سبب سستی کرتا یا دیر سے آتا یا وقت سے پہلے چلا جاتا ہے تو یہ بھی امانت کے خلاف ہے۔ یونہی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، خرید و فروخت کے وقت مبیع کے عیب کو چھپانا، جھوٹ اور فریب سے کام لینا یہ بھی امانت و دیانت کے خلاف ہی ہے۔

## اشیاء خوردنی میں ملاوٹ بدترین قسم کا گناہ ہے

اور اشیاء خوردنی میں ملاوٹ کرنا تو ایک بدترین قسم کی خیانت اور بے ایمانی ہے۔ کیونکہ اس سے صرف ایک شخص کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ پورے معاشرے کی حق تلفی ہوتی ہے ——— ایک حدیث میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے اپنی بیزاری اور بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو کاروبار میں ایمانداری اور دیانتداری کے اصول کی پابندی نہ کریں۔ ایک دن آپ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو اندر کچھ نمی و تری محسوس ہوئی۔ آپ نے دوکاندار سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ اوپر سے تمہارا غلہ خشک ہے اور اندر سے گیلا ہے۔ اس

نے غلہ کی کچھ بوندیں پڑ گئی تھیں جس سے غلہ تر ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں ڈالا کہ خریدار تمہارے غلہ کے گیلے پن کو دیکھ سکتا۔ اس کے بعد فرمایا۔

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي (مسلم) — جو کوئی (کاروبار میں ایسا) دھوکا کرے وہ میرا نہیں

وہ مال اور دولت جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے گا وہ برکت سے خالی ہوگا۔ دنیا میں تو یوں کہ ایسی دولت معاشرہ میں توازن ختم کر دے گی اور آخرت میں یوں کہ:۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ۔

وہ جسم جس کی نشوونما حرام روزی سے ہوگی وہ جنت میں نہیں جائے گا اور جو جسم حرام سے پلا ہو اس کے لیے آگ ہی بہتر ہے۔

غور کیجئے کہ اسلام میں رزق حلال کی کیسی کچھ اہمیت ہے اور معاملات میں اسلام ہم سے کس قدر احتیاط کا طالب ہے۔ الغرض جو مال و دولت ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے وہ برکت سے خالی ہوگی اور اس کے بد اثرات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بیماری، پریشانی، ناگہانی آفتیں، بے اطمینانی اور نالائق اولاد اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں ——— غور کیجئے! جو دولت سکون قلب سے انسان کو محروم کر دے وہ کس کام کی؟ واضح رہے کہ آدمی کے بُرے عملوں کا نتیجہ اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے مگر ہم غفلت کی وجہ سے اس کو محسوس نہیں کرتے۔

## رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضورؐ نے لعنت فرمائی

اسی طرح کسی معاملہ میں رشوت دینا اور لینا بھی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔ رشوت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ کی تکمیل کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کرے۔ قرآن نے اغراض باطلہ فاسدہ کے حصول کے لیے رشوت دینے کو یہودیوں کے جرائم میں سے

ایک جرم شمار کیا ہے۔ وہ اپنے پیٹ کی خاطر اپنے علما کو اس لیے رشوتیں دیتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف تورات میں ہیں وہ عام لوگوں کو نہ بتائیں۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا:۔

اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ — یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

اس کے بعد قرآن نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ وہ یہود کی اس خصلت کو نہ اپنائیں۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا:۔

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ۔

اے ایمان والو۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ اور نہ مال کو حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ۔

یہ آیت اپنے ترجمہ کے ساتھ جس کو بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے رشوت کی ممانعت و حرمت میں صاف و صریح ہے ——— حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت ہے" (ابوداؤد)

رشوت دینے والے پر لعنت اس لیے ہے کہ وہ جرم کی اعانت کرتا ہے اور جرم کی اعانت بھی تو قانون و اخلاق کی رو سے جرم ہی ہے۔ اسلام نے رشوت کا دروازہ بند کرنے کے لیے اس قدر احتیاط کا حکم دیا ہے کہ جج و مجسٹریٹ صاحبان ہدیہ تحفہ بھی قبول نہ کریں کیونکہ اسطرح جج و مجسٹریٹ کے وقار اور لوگوں کے اعتماد میں فرق پیدا ہوگا۔ (موطا امام مالک۔ کتاب المساواۃ)

مگر آج حالت یہ ہے کہ اللہ کے بندے خوب خوب رشوت لیتے بھی ہیں اور دیتے بھی ہیں اور خدا سے ذرا نہیں ڈرتے اور پھر لطف یہ ہے کہ حرام کی کمائی ہوئی دولت سے جب عظیم الشان محل بناتے ہیں تو اس کے سر ورق پر انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ یہ بھی لکھ

دیتے ہیں۔ "ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ" ایسے ہی افراد کیلئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ

جو جسم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جاسکے گا۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:۔

یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ وَمَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ (مسلم شریف)

دور دراز کا سفر کیے اس حال میں آئے کہ بال پراگندہ ہوں سر سے پا تک غبار میں اٹا ہوا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر گڑگڑائے کہ اے رب اے میرے رب! لیکن اسکا کھانا پینا حرام مال سے ہو اور حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوتی ہو ایسی حالت میں اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔

یہ ہے حرام روزی کمانے اور اس کو استعمال کرنے کا انجام کہ وہ ارحم الراحمین جو رب العلمین ہے اسکی بارگاہ قدس میں ایسے شخص کے الحاح وزاری کے ساتھ اٹھے ہوئے ہاتھ بھی باریاب نہیں ہوتے۔

## ناپ تول میں درستی و صحت کی اہمیت

خرید فروخت کے سلسلہ میں ناپ تول کی درستی کی بھی دین میں بڑی اہمیت ہے اور قرآن مجید میں اسکی صحت ودرستی پر بڑا زور دیا گیا ہے اور ناپ تول میں کمی بیشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ

اور ناپ اور تول کو پورا کرو۔

یہ ہی ہدایت حضرت شعیب علیہ السلام نے اہلِ مدین کو دی تھی جو مشرق ومغرب کے تجارتی قافلوں کے رہ گزر پر آباد تھے۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ

اور ناپ تول میں کمی نہ کرو، میں تم کو آسودہ دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

ناپ تول میں کمی بیشی کے مرض میں خاص طور پر تاجر اور بیوپاری مبتلا رہتے ہیں اور چاہتے تو ہیں کہ اس بے ایمانی سے کچھ اپنا سرمایہ اور نفع بڑھا لیں گے مگر یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ خیال غلط ہے جو لوگ اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں دنیا میں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کی ساکھ جاتی رہتی ہے جو بالآخر بیوپار کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم ہے ہی۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝

خرابی ہے ان گھٹا کر دینے والوں کی جو اوروں سے جب ناپ کریں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔

اور جب تم ناپو تو ناپ پورا دو۔ سیدھی ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے

آیت کا اخیر کا ٹکڑا بتاتا ہے کہ بے ایمانی کی ناپ تول سے خیر و برکت جاتی رہتی ہے اور گو شروع میں کتنا ہی فائدہ ہو مگر آخر میں یہ برائی کاروبار کی تباہی کا باعث بنتی ہے پھر اس جرم کی سنگینی اسوقت تو بہت ہی بڑھ جاتی ہے جبکہ یہ بد دیانتی کسی غریب نادار سے کی جائے! اس ظالمانہ برتاؤ سے اس کے دل سے بددعائیں نکلیں گی؛ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچتے رہنا۔

## جھوٹی قسم سے اللہ عزوجل کے مقدس نام کی بے حرمتی ہوتی ہے

اپنی بات میں قوت صداقت پیدا کر کے اس کو منوانے کا جذبہ ہر شخص میں ہوتا ہے۔ بات اگر سچی ہو اور جہاں تک انسان کے علم کا تعلق ہے واقع کے خلاف بھی نہ ہو تو بوقت ضرورت اس بات میں مزید قوت صداقت پیدا کرنے کیلئے اللہ عزوجل کے نام کی قسم بولی جا سکتی ہے۔ اوّل تو بے ضرورت نفس قسم کھانا ہی ٹھیک نہیں، پھر جھوٹی قسمیں کھانا اور وہ بھی اللہ عزوجل کے مقدس

نام پر یہ تو اور بھی بُری بات ہے ـــــ جھوٹی قسم دراصل جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ کیونکہ اس میں جھوٹ بولنے والا اپنے ساتھ خدا کے نام کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے اسی لیے اس کو اہلِ نفاق کی حالت قرار دیا ہے :-

یَحْلِفُوْنَ عَلَی الْکَذِبِ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ (مجادلہ ۲)

منافقوں کی حالت یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً (مجادلہ ۳)

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

عموماً تاجر اور سوداگر چیزوں کی قیمت اور مال کی اصل حقیقت بتانے میں جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اسلام نے اس سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ ایک دفعہ ایک معاملہ میں ایک شخص نے اسی طرح کی قسم کھانا چاہی تو آپؐ نے فرمایا :-

"اگر اس نے قسم کھائی تاکہ وہ ظلم سے مال لے لے تو خدا سے جب ملے گا تو خدا اس پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔" (مسلم) ـــ لہٰذا معاملات میں جھوٹی قسموں سے بچنا بھی ضروری ہے۔

ان گذارشات سے اس امر کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے کہ معاملات میں اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے اور کن امور کی پابندی کو لازم قرار دیتا ہے۔

کتاب و سنت کی ان ہدایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ عزّوجل کی رضا اور رحمت حاصل کرنے اور سچا مسلمان بننے اور دین و دنیا میں کامیاب و کامران رہنے کے لیے جیسے نماز روزہ کی پابندی ضروری ہے ایسے ہی معاملات کی درستی اور ذرائع آمدنی کی صحت و پاکی بھی نہایت ہی ضروری ہے ـــ خدا ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

ـــــ آمین ـــــ

دین محمدی پریس۔ لاہور